

## میر حسن - حالات زندگی

سب سے زیادہ اور سب سے معتبر حالات وہی ہیں جو طود میر حسن نے اپنے تذکرہ شعر اے اردو میں، اور اس مشکوی کے دیباچہ نگار میر شیر علی الموسوی نے دیباچے میں لکھے ہیں۔ ان پر اب تک کوئی ایسا اضافہ نہیں ہو سکا ہے جسے قابل ذکر کہا جاسکے۔ (یہاں ان اصنافوں سے بحث نہیں جن کی بنیاد محض قیاسات پر ہے)۔

✓ میر حسن نے اپنی معروف تالیف تذکرہ شعر اے اردو کے دیباچے میں اپنا نام "میر غلام حسن" لکھا ہے۔ اس میں لفظ "میر" تو عام سبب ہے، جو سید ہونے کو ظاہر کرتا ہے، اصل نام "غلام حسن" ہے، سحر البیان کے آخر میں انھوں نے اپنا نام (بہ طور جمع) نظم کیا ہے:

بہ حق حسین و امام حسن

رہوں شاد میں بھی غلام حسن

ان کا حوالہ "حسن" تھا، اسی نسبت سے انھوں نے "میر حسن" کے نام سے شہرت پائی۔ غلام فی الدین بتلا و عشق، میر غنی کے تذکرے طبقات حسن میں ان کا نام "میر غلام علی" لکھا ہوا ہے (طبقات حسن [نکسی اڈیشن]، مرتبہ ڈاکٹر نسیم اقتدار علی خاں، ص ۸۲۔ لہذا ان کے والد کا نام صحیح طور پر "میر غلام حسین" ہی مرقوم ہے)۔ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ نام کے سلسلے میں اس غلطی کا ذمے دار مولف تذکرہ ہے یا یہ کہ یہ ذمے داری پیش نظر نسخے کے ناقل کی ہے۔ بہ ہر طور "غلام علی" درست نہیں۔

• میر حسن کا سال ولادت معلوم نہیں۔ اس سلسلے میں جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ محض انکس اور قیاس پر مبنی ہے۔ مثلاً قاضی عبدالودود صاحب نے ضاحک سے حقیق اپنے مقالے (مشمولہ طنز و ظرافت نمبر علی گڑھ میگزین، ۱۹۵۳ء) میں لکھا ہے: "میر حسن کی ولادت میرے قیاس کے بہ موجب ۱۱۵۰ھ کے لگ بھگ ہے۔" ڈاکٹر وحید قریشی کا خیال ہے: "قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ میر غلام حسن ۱۱۵۳ھ کے گرد و پیش عالم وجود میں آئے" (مقالات تحقیق، ص ۱۰۷)۔

ہاں یہ ضرور معلوم ہے کہ اُن کی ولادت دہلی میں، پُرانے شہر کے محض  
 سید وازو میں ہوئی تھی۔ افسوس نے اپنے دیباچے میں صرف یہ لکھا ہے کہ وہ  
 پُرانے شہر میں پیدا ہوئے تھے۔ مبدیہ حصہ قدرت اللہ قاسم نے اپنے تذکرے  
 جموںہ غز میں محض کا نام بھی لکھا ہے۔ ”در سید وازو دہلی تولدش واقع شدہ“۔ اُن  
 کے والد کا نام ”غلام حسین“ اور محض ”ضاحک“ تھا (دیباچہ تذکرہ شہر اسے اردو)۔  
 افسوس نے اپنے دیباچے میں اُن کا مختصر احوال لکھا ہے۔ تذکروں میں بھی  
 ضاحک کا ذکر ملتا ہے۔ مرزا سودا سے ضاحک کے معارف کا ذکر کئی تذکروں میں  
 ہے۔ ضاحک سے حعلق سودا کی کئی ہوئی کئی جہوں کفیات سودا میں شامل ہیں:

۱۔ میرا سن نے بالغ و بہار کے دیباچے میں یہ وضاحت کی ہے کہ شاہ جہاں کی بسائی ہوئی دلی، جو  
 فیصل کے اندر تھی، ”نیا شہر“ کہلاتی ہے۔ ”پُرانا شہر“ اُس سے الگ ہے۔ وہ خود اسی ”پُرانے شہر“  
 کے رہنے والے تھے، اور اسی نسبت سے انہوں نے ہر جگہ اپنے آپ کو ”میرا سن دلی“ لکھا  
 ہے۔ میرا شہر نئی افسوس نے بالغ اردو کے دیباچے میں لکھا ہے ”اس عامی کا مولد نیا شہر  
 ہے“۔ سید انشانے دریائے لطافت میں لکھا ہے:

”شہر قدیم کے رہنے والے، جس کا نام ”پُرانا شہر“ ہے، ”لوہر“ ”کو“ ”ایدر“  
 کہتے ہیں۔ یہ لفظ اُن کی صحبت سے نئے شہر والے بھی پواتے ہیں۔“

(ترجمہ دریائے لطافت، ص ۲۶)

”پُرانا شہر“ سے مراد اُس آبادی سے ہے جو ”شاہ جہاں آباد“ کے آباد کیے جانے سے پہلے تھی۔ اسے  
 ”شہر شاہ کی دلی“ بھی کہتے تھے۔ اُس کی حدیں اس ”نئے شہر“ سے تقریباً مل جاتی تھیں۔ سو جردہ  
 خولی دروازے کا پرانا نام ”کالی دروازہ“ تھا اور اُسے ”شہر شاہ کی دلی“ کی تفصیل کا دروازہ بتایا گیا ہے۔  
 پُرانے شہر کا سلسلہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی درگاہ تک چلا گیا تھا (میرا المنازل)۔

۲۔ لطوفاً و حالات شاہ نضر الدین میں اس محض کے حعلق مر قوم ہے:

”سید وازو، پرانی دلی کا ایک خلتہ ہے، جہاں میر بدلی رہتے ہیں۔ اس محض  
 کے سادات معتبر نسب والے ہیں“ (ص ۵۱)۔

یہ اقتباس مزید مکرم ڈاکٹر شریف حسین قاسمی (استاذ شعبہ فارسی دلی یونیورسٹی) مر شاہ  
 میرا المنازل نے بھیجا ہے۔ (زمانے کا انقلاب دیکھیے کہ کل کے نئے شہر کو آج ”پرانی دلی“ کہا  
 جاتا ہے، اور ”پُرانا شہر“ آج کی نئی دلی کا حصہ بن گیا ہے)۔



البتہ اس معارضے کی تفصیلات پوری طرح اور انجھی طرح معلوم نہیں (ضاحک سے حعلق دیکھیے مقالہ قاضی عبدالودود، مشمولہ علی گڑھ میگزین طنز و ظرافت نمبر، ۱۹۵۳ء)۔ ضاحک کے دیوان کا خطی نسخہ، جس کے حعلق یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ موجود نہیں، دست یاب ہو چکا ہے؛ مگر میری معلومات کی حد تک، وہ اب تک چھپا نہیں۔ کوئی صاحب اسے مرتب کریں، تب شاید کچھ اور ضروری تفصیلات سامنے آسکیں (دیوان ضاحک کے لیے دیکھیے: مقالہ ڈاکٹر قیام الدین احمد۔ مشمولہ مجلہ معاصر (پٹنہ) شمارہ ۱۸، جولائی ۱۹۶۲ء)۔

میر حسن ”شروع جوانی“ میں اپنے والد میر ضاحک کے ساتھ دہلی سے اودھ کے علاقے میں چلے آئے تھے۔ ترک وطن کی وجہ تھی اس زمانے میں دہلی کے بگڑتے ہوئے حالات (دہلی میں ان دنوں معاشی اور انتظامی حالات اس قدر خراب ہو چکے تھے کہ میر حسن اور میر تقی میر جیسے لوگوں کو دہلی سے ٹھنڈا پڑا تھا)۔ میر حسن نے اپنے تذکرہ شعراے اردو میں لکھا ہے:

”شروع جوانی از گردش روزگار بدینجا، کہ ہرگز نہ کسے وفانہ کردہ

است، بہ طرف لکھنؤ و فیض آباد رسیدم“ (طبع دوم، ص ۵۴)۔

قاسم نے لکھا ہے: ”گردش دور و دوار دے را بہ دیار شرق انداختہ“ (مجموعہ لغز، ص ۲۰۲)۔ ”بعد برہم ہونے سلطنت کے، شہر مذکور سے مجبور اپنے والد کے ساتھ صوبہ اودھ میں آیا، سکونت فیض آباد میں اختیار کی“ (انسوس: دیباچہ سحرالبیان)۔

دہلی سے کب چلے آئے تھے، اس کا تعین موجودہ معلومات کی روشنی میں مشکل ہے۔ اس سلسلے میں مختلف قول ملتے ہیں۔ مصحفی نے لکھا ہے کہ بارہ سال کی عمر میں ”پورب“ کی طرف آئے تھے: ”بہ عمر دوازده سالگی قضا اوراہ طرف پورب افگندہ“۔ یہی بات ناصر نے خوش معرک زیبا میں لکھی ہے: ”دوازده سالگی میں شاہ جہان آباد سے لکھنؤ میں آیا“ (غالباً اس نے مصحفی کی عبارت کو ڈھرایا ہے)۔





دربار سے اُن کو غالباً آخر تک توسل حاصل نہیں ہو سکا۔ سحرالبیان کے "زمانہ تصنیف" کے عنوان کے تحت جو کچھ لکھا گیا ہے، اُسے دیکھا جائے، بعض تفہیمات وہاں ملیں گی۔ شاعری میں میر ضیاء الدین قبادیلوی کے شاگرد تھے اور مرزا اسودا سے بھی اصلاح لی تھی۔ افسوس کے یہ قول: "صحیح اُس کی موزوں منظومیت سے تھی، شعر کی طرف رغبت رکھتا تھا۔ اکثر خواجہ میر درد کی صحبت سے مستفید شاہ جہان آباد میں لڑکائی کے بچے ہو اسے" (دیباچہ)۔ مستفید ہونے سے کیا مراد ہے، میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس سے عمومی استفادہ بھی مراد لے سکتے ہیں اور یہ بھی مراد لے سکتے ہیں کہ "شروع جوانی" میں، واقعی سے نشتے سے پہلے، اُنھوں نے خواجہ میر درد سے بھی اصلاح لی تھی۔ شاعری کا شوق تو شروع ہی سے تھا، اس لیے اگر یہ بات کہی جائے کہ اُنھوں نے ابتدا میں درد سے بھی مشورہ کھن کیا تھا، یا یوں کہا جائے کہ مشورہ کھن کیا ہو گا، تو بہ ظاہر یہ بات غیر مناسب نہیں معلوم ہوتی۔

افسوس کی صراحت کے مطابق اُن کے چار بیٹے تھے۔ افسوس نے تین بیٹوں کے نام مع تخلص لکھے ہیں: میر حسن خلیق، میر محسن محسن، میر احسن خلیق۔ چوتھے بیٹے سید احسان حسن مخلوق کا ذکر مصحفی نے ریاض الفصحا (ص ۳۰۷) میں کیا ہے (ڈاکٹر وحید قریشی نے میر حسن اور اُن کا زمانہ ص ۱۳۱۶ میں اس کی نشان دہی کی ہے)۔

حسن کا انتقال یکم محرم ۱۳۰۱ھ کو ہوا اور لکھنؤ کے محلے مفتی گنج میں مرزا قاسم علی خاں کے بارگ کے عقب میں دفن کیے گئے (میر شیر علی افسوس دیباچہ سحرالبیان)۔ اب قبر کا نشان نہیں ملتا۔ مفتی نے قطعہ تاریخ کہا تھا، جو تذکرہ ہندی میں موجود ہے:

چوں حسن، آں بلبلی خوش داستان      روزیں گزرا رنگ و بو بتافت  
بلکہ شیریں بود نطقش مصحفی      "شاعر شیریں زباں" تاریخ یافت

یہاں کے تاریخ جی جی ہے:

”آخر ذی حج سنہ بارہ سے ہجری سے مرض الموت لاحق ہوا۔

ندان غرۃ محرم کو، کہ سنہ بارہ سو ایک شروع ہو چکے تھے، اس

دار فانی سے اُس نے سر اے جاودانی کو کوچ کیا“ (دیباچہ)۔

اس مامکس تفصیل کی روشنی میں اُن کی نگہی ہوئی تاریخ (کلم محرم) کو ماننے میں

بہ ظاہر کسی طرح کے شک کی گنجائش معلوم نہیں ہوتی۔ تذکرہ نگار ہند میں

مرزا علی لطف نے میر حسن کے حالات میں لکھا ہے: ”۱۲۰۵ھ بارہ سو پانچ ہجری

میں سیرِ روضہ رضواں کی کی ہے۔“ مگر افسوس اور محقق کے بیانات کے مقابلے

میں لطف کا یہ بیان قابل قبول نہیں۔ میر حسن کا صحیح سال وفات وہی ۱۲۰۱ھ ہے۔

اُن کے مدفن کی نشان دہی افسوس نے کی ہے، مگر اب قبر کا نشان نہیں ملتا

(میر حسن کے حالات زندگی کی مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے: میر حسن اور اُن کا

زمانہ (لاہور، ۱۹۵۹ء)۔ مقالات تحقیق (لاہور، ۱۹۸۸ء)۔ مثنویات حسن

(لاہور، ۱۹۶۶ء)۔ میر حسن: حیات اور ادبی خدمات (دہلی، ۱۹۷۳ء)۔

## تصنیفات

غزل اور دیگر اصناف پر مشتمل دیوان کے علاوہ، بارہ مثنویاں اُن کی تصنیف

ہیں۔ تالیف ایک ہی ہے: تذکرہ شعراے اردو۔ گیارہ مثنویوں کو ڈاکٹر وحید قریشی

نے مثنویات حسن کے نام سے ایک جلد میں شائع کیا ہے۔ ناشر: مجلسِ ترجمہ ادب

لاہور، سالِ طبع: ۱۹۶۶ء۔ یہ مثنویات اس سے پہلے الگ الگ بھی شائع ہو چکی ہیں۔

ان سب مثنویوں سے متعلق ضروری تفصیلات ڈاکٹر وحید قریشی نے اپنے مرتبہ



مجموعے میں یک جا کر دی ہیں۔ مثنویوں کے نام یہ ہیں:  
 نقل کلاؤنت، نقل زن فاحشہ، نقل قصاب، نقل قصائی، مثنوی  
 شادی آصف الدولہ، مثنوی رموز العارفین، مثنوی در ہجو  
 حویلی، مثنوی گلزار ارم، مثنوی در تہنیت عید، مثنوی در وصف  
 قصر جواہر، مثنوی خوانِ نعمت۔

شروع کی چاروں مثنویاں اختصار کی بنا پر محض نام کو مثنویاں ہیں۔ چوں کہ یہ مثنوی  
 کی ہیئت میں ہیں، محض اس نسبت سے ان کو مثنوی کہا جاسکتا ہے۔ پہلی مثنوی  
 میں اٹھارہ، دوسری میں پچیس، تیسری میں آٹھ اور چوتھی میں چونتیس شعر ہیں۔  
 ان مثنویوں کے زمانہ تصنیف، مختلف اشاعتوں اور ان کے تحتویات سے حلق  
 ضروری تفصیلات کے لیے محولہ بالا مجموعے کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔ ان  
 کی تالیف تذکرہ شعراے اردو انجمن ترقی اردو (بند) کی طرف سے دوبار شائع  
 ہو چکا ہے۔ پہلی بار ۱۹۲۲ء میں اور دوسری بار ۱۹۳۰ء میں۔ ان دونوں اشاعتوں پر  
 مرتب کی حیثیت سے مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی کا نام لکھا ہوا ہے؛ مگر  
 ڈاکٹر مختار الدین احمد کی صراحت کے مطابق اشاعت ثانی کا نسخہ دراصل قاضی  
 عبدالودود صاحب کا مرتب کیا ہوا ہے۔ ہوا یہ کہ قاضی صاحب اس کا مقدمہ  
 بروقت نہیں لکھ سکے اور مولوی عبدالحق صاحب نے اسے طبع اول میں شامل  
 شروانی صاحب کے مقدمے کے ساتھ شائع کر دیا؛ مگر اس کی وضاحت نہیں کی  
 (ڈاکٹر حنیف نقوی: شعراے اردو کے تذکرے، طبع دوم، ص ۳۲۱)۔ اس کا  
 تیسرا ایڈیشن ڈاکٹر اکبر حیدری نے ۱۹۷۹ء میں شائع کیا (ایضاً، ص ۳۲۲)۔ میرے  
 پیش نظر اس تذکرے کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ میر حسن کی صراحت کے مطابق اس  
 تذکرے کا سنہ تکمیل ۱۱۹۲ھ ہے۔ آغاز زمانہ تالیف اور اس کے اہم مندرجات سے  
 نقوی صاحب نے اپنی محولہ بالا کتاب میں بحث کی ہے؛ تفصیلات کے لیے اسے  
 دیکھا جاسکتا ہے۔